جماعت احمدیہ ’’مولا بس‘‘ کا نعرہ لگاتے ہوئے پیار و محبت سے دلوں کو جیت رہی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸؍اپریل ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے اِن آیاتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی:-

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ

(القصص:۶۱، ۶۲)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اس دنیا میں انسان کو جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے اور یہ عطا ایک خاص مقصد کے لئے انسان پر نازل ہوتی ہے۔ انسان کا ذہن ہے، انسان کی طاقت ہے، انسان کی استعداد ہے، اخلاقی طاقتیں اور روحانی قوتیں ہیں جو انسان کو دی گئی ہیں۔ غرضیکہ انسان کو جو کچھ بھی ملا ہے وہ ایک خاص مقصد کی خاطر اسے ملا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیات میں جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے فرمایا ہے انسان میں سے دو گروہ بن جاتے ہیں۔ ایک وہ گروہ ہے کہ جو کچھ انہیں ملتا ہے اسے وہ صرف مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا سمجھتے ہیں اور اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ خدا نے جو دنیوی سامان دیئے ہیں ان کا استعمال محض دنیا کے لئے اور دنیا کی اغراض کی خاطر کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کو دنیا

کی زینت کے لئے سمجھا جاتا ہے۔ اسی کی طرف دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الکہف:۱۰۵)

پھر فرمایا ایک دوسرا گروہ ہے جو عقل رکھتا ہے اور اس کا استعمال کرتا ہے اس گروہ کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے فرمایا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یہ لوگ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے لیکن عقل سے کام لینے والوں کا بھی ایک گروہ ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں جو کچھ انسان کو ملا وہ اس لئے ہے کہ وہ اپنے وجود اور اس کی طاقتوں کی نشوونما اس طرح کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا سچا، حقیقی اور پختہ تعلق قائم ہو جائے۔ یہی تعلق ہے جس کے نتیجہ میں اس دنیا کے بعد بھی حسین جنتوں کا وعدہ دیا گیا ہے اور یہی تعلق ہے جس کے نتیجہ میں اس دنیا میں بطور جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ ملتا ہے۔ فرمایا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ اور وہ بدلہ خیر اور بھلائی ہوتی ہے۔ وہ دکھوں کی طرف، وہ جہنم کی طرف اور وہ خدا تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جانے والی چیز نہیں ہوتی بلکہ خیر محض ہوتی ہے، خدا کا عطیہ ہوتی ہے اور صرف اس دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی۔ خدا تعالیٰ انسان کو اس کے نیک اعمال کے نتیجہ میں اور اس کی جو قربانیاں اور ایثار ہے اور خدا کے لئے محبت ذاتی کی انسان کے دل میں جو تڑپ ہوتی ہے اس کے نتیجہ میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ خیر بھی ہے وَ اَبْقٰى اور باقی رہنے والی چیز بھی ہے یعنی اس دنیوی زندگی پر موت آجانے کے بعد وہ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ باقی رہتی ہے انسان کو ایک نئی زندگی ایک جنّتی زندگی ملتی ہے اور اس میں وہ ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرتا اور اس کی رضا سے انتہائی مسرتوں کو پاتا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گروہ جو خدا تعالیٰ کے لئے خدا ہی کی عطا کردہ دنیوی چیزیں خرچ کرتا ہے، وہ اس یقین پر قائم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور ملے گا۔ فرمایا وَعْدًا حَسَنًا بڑا حسین وعدہ ہے وہ حسین بھی ہے اور پورا ہونے والا بھی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ خدا کے جو وعدے اور وعید ہیں ہر دو مشروط ہیں اور ہر دو اپنی شرائط کے ساتھ پورے ہوتے ہیں۔ اسی لئے انسان کو خاتمہ بالخیر کی دعا کی تحریک کی گئی ہے۔

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ہی کے الفاظ کے بعد خدا تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے، تم سمجھتے کیوں نہیں کہ تمہاری پیدائش کی غرض کیا ہے، تم سمجھتے کیوں نہیں کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ اسی مقصد کے حصول کے لئے تمہیں ملا ہے۔ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ خدا نے فرمایا:-

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (شوریٰ:۳۷) فرمایا خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اس کی ہدایت کی روشنی میں جو لوگ اپنے اموال کو اور اپنی طاقتوں کو اپنی قوتوں اور استعدادوں کو اور اپنی اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے اور خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق خداداد قوتوں کی نشوونما کرتے ہیں وہ عقل سے کام لینے والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ یعنی انہوں نے اپنی انتہائی کوشش کی خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول میں مگر نتائج کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر چھوڑ دیا۔ دراصل ایمان کے معنے عقیدہ کا ایمان اور زبان سے اس کا اقرار اور اس کے مطابق عمل کرنا یہ سب چیزیں لغت عربی کے مطابق لفظ ایمان میں شامل ہیں۔ تو جو شخص ایمان لاتا اور مومنانہ زندگی گزارتا ہے اور اس کے دل میں پاکیزگی پائی جاتی ہے اور کھوٹ نہیں اور ملاوٹ نہیں اور نفاق نہیں اور فساد نہیں ہوتا اور اعمالِ صالحہ بجا لاتا ہے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہی کافی نہیں، جب تک خدا تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے خاتمہ بالخیر نہ کرے اور اپنے فضل اور رحمت سے جنتوں کے سامان نہ پیدا کرے محض اعمال کوئی چیز نہیں۔

غرض جب خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کی ترقیات کے لئے آسمانی ہدایت بھیجی جاتی ہے تو دنیا دو گروہوں میں بٹ جاتی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور قرآن کریم جیسی عظیم ہدایت انسان کے ہاتھ میں دی گئی تو آپ کی اس عظمت وشان کے باوجود پھر بھی سارے ہی انسان ایسے نہیں تھے جنہوں نے آپ کو قبول کیا اور قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق زندگیاں گزارنے لگے۔ یہ تو بڑا لمبا مضمون ہے جو بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے اور انسان کی کوشش کو قبول کر لیتا ہے یعنی انسان کی بعض چھوٹی چھوٹی کوششیں ہیں جو مقبول ہو کر انسانی مغفرت کا باعث بن جاتی اور اس کی

ترقیات کا زینہ ٹھہرتی ہیں اور بعض دفعہ انسان کی ذرا ذرا سی لغزش اسے خدا تعالیٰ کے دربار سے دھتکار کر پرے پھینک دیتی ہے۔ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔قرآن کریم ہمارے لئے کامل ہدایت ہے اس کے بعد ہمیں کسی اور ہدایت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پس انسانوں کی دو جماعتیں یا دو گروہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر کیا ہے۔ایک وہ گروہ ہے جن کو متاع زندگی اور زینت حیات خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ گویا وہ اس کے حقدار تھے، اس دنیا میں مزے لوٹنے کے لئے انہیں یہ چیزیں عطا کی گئی ہیں اور مزہ لوٹنا بھی کیا جس کا انجام تباہی ہے۔دنیا کی خوشیاں اور عیش اس دنیا میں بھی انسان کی تباہی کا باعث بنتے ہیں مثلاً جسمانی طاقتیں ہیں۔دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عارضی لذتوں کی خاطر خداداد طاقتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے اس دنیا کی بقیہ زندگی میں نہایت مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ان کی صحت ایسی گر جاتی ہے کہ اس دنیوی زندگی کا بھی کوئی لطف ان کے لئے باقی نہیں رہتا۔اس لئے اصل مسرت اور لذت تو وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کی روشنی یعنی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتی ہے۔وہی سرور حقیقی سرور ہے اس دنیوی زندگی میں بھی اور وہی سرور اُخروی زندگی میں ایک اور شکل میں انسان کے وجود کو اور اس کی روح کو ملے گا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بعض لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ سوچتے نہیں کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ ہے جسے خدا تعالیٰ نے باطل تو نہیں بنایا تھا۔انسانی زندگی کا کوئی مقصد ہونا چاہیئے۔اس کی کوئی غرض ہونی چاہیئے انسانی پیدائش کا کوئی مقصد ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انسان کو مخاطب کر کے یہ اعلان کر دیا گیا کہ ہر دو جہان کی ہر چیز بلا استثناء اس کی خدمت پر لگا دی گئی ہے۔کتنا بڑا مقام ہے جو انسان کو دیا گیا ہے۔وہ اپنی ماں کے پیٹ سے تو یہ چیزیں لے کر نہیں آتا یہ خدا تعالیٰ کی عطا ہے۔یہ اس کی رحمت ہے حتیٰ کہ اس نے ان ستاروں کو بھی جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی انسان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔سائنس سے تعلق رکھنے والے لوگ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی اور ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی پچھلے پندرہ بیس سال میں ہماری دنیا تک پہلی بار پہنچی ہے ان سب کو خدا نے ہماری خدمت پر لگایا ہوا ہے چنانچہ صحیح جہت کی طرف

سائنس کی ہر ترقی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ مخلوق خدا انسان کی ایک نئی شکل میں خدمت کر رہی ہے۔ ہر سائنسی انکشاف (Scientific Discovery) سے پتہ لگتا ہے کہ کتنا عظیم اعلان تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا تھا:-

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:۱۴)

لیکن پھر بھی ان سائنسدانوں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے اور اس دنیا کے متاع اور اس کی زینت کو کافی سمجھتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اس دنیوی متاع اور اس کی زینت کے نتیجہ میں اُخروی متاع کے سامان پیدا کرنے کے لئے اور اُخروی زندگی کے حسن کے حصول کے لئے کوشش کرتے ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکہف:۱۰۵) دنیوی عیش و آرام میں پڑ جاتے ہیں جو کہ وقتی ہے اور اس میں حقیقی لذت بھی نہیں مگر پھر بھی ایسے لوگ اپنا سب کچھ دنیوی لذتوں کی خاطر برباد کر دیتے ہیں اور خدا سے دُوری کی راہیں ان کو خدا کے غضب کی جہنم کی طرف لے جاتی ہیں لیکن وہ لوگ بھی ہیں جو عقل رکھتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس شریعت پر جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے ہاتھ میں دی ہے، ایمان لائے ہیں اور جن کی زندگیاں اسلام کی خاطر ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اس کوشش میں صرف ہوتا ہے کہ جو بھوکی اور پیاسی دنیا ہے اور خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری کی زندگی گزار رہی ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹ کر آئے چنانچہ اس غرض کے لئے دوست دعائیں کر رہے ہیں کوشش کر رہے ہیں اور اموال کی قربانی دے رہے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس قسم کا گروہ دنیا میں پیدا ہوگا۔ قرآن کریم نے جب یہ کہا تو قرآن کریم کے نزول کے بعد بھی ان دو گروہوں کا ذکر اس کے اندر آ سکتا ہے۔ ماضی کا تو حوالہ اس میں نہیں دیا گیا ویسے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہر نبی کے وقت ایسا ہی ہوتا آیا ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی بلند شان کے باوجود اور قرآن کریم کی کامل اور مکمل شریعت و ہدایت کے باوجود کچھ لوگ عقل سے کام نہیں لیں گے اور وہ شیطان کی طرف دوڑیں گے۔ بجائے اس کے کہ خدائے رحمان کی طرف ان کی حرکت ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ان کے قدم زمین پر پڑیں وہ شیطان

کے گروہ کی طرف چلیں گے لیکن ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو ایسا نہیں ہوگا۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو عقل رکھتے ہوں گے، جو ایمان رکھتے ہوں گے، جو خدا تعالیٰ پر توکل رکھتے ہوں گے، جو سب کچھ کرنے کے بعد بھی یہ سمجھتے ہوں گے کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ جو آخری چیز ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے جس کے نتیجہ میں انسان چھوٹا ہو یا بڑا خدا کی رضا کی جنتوں میں داخل ہوتا ہے۔ یہ گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک امت مسلمہ میں پیدا ہوتا رہا ہے۔ ایسے لوگوں نے بڑی قربانیاں دیں اور انہوں نے اپنی زندگیاں بڑی فراست سے گزاریں اور خدا اس کی رضا اور اس کے پیار کو حاصل کرنے اور دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کے لئے انتھک کوشش کی تا کہ ساری دنیا اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کی رضا کو حاصل کرے۔ شروع سے ہی ایسا گروہ چلا آرہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو بڑی کثرت سے ہمیں نظر آتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں کی، انہوں نے اپنے آراموں کی کوئی پرواہ نہیں کی، انہوں نے اپنے عزیزوں کی، اپنے رشتہ داروں کی اور دوستوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ صرف ایک ہی ہستی تھی جس پر وہ مرمٹے تھے اور ایک ہی نعرہ تھا جو ان کی زبان سے نکلتا تھا اور وہ تھا مولا بس۔ اللہ مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک انگوٹھی کے اوپر بھی مولا بس کندہ ہے۔ آپ کی تین انگوٹھیاں تھیں جو بعد میں تین بیٹوں کو ورثے میں ملیں۔ ان میں سے ایک اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی ہے جو تین دفعہ قرعہ اندازی کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وراثت میں ملی تھی لیکن جب ان کو اللہ تعالیٰ نے خلعت خلافت عطا کیا تو آپ نے سمجھا کہ یہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی (جو اس وقت میں نے پہن رکھی ہے) خاندانی ورثے میں نہیں جانی چاہیئے بلکہ خلافت میں چلنی چاہیئے۔ چنانچہ یہ انگوٹھی خلافت ثالثہ کے قیام پر مجھے دی گئی۔

اب ضمناً یہ بات آ گئی ہے تو میں سب کو سنا دیتا ہوں تا کہ اس کے بارہ میں اگلی نسلوں کے لئے آپ سب کی گواہی رہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہی انگوٹھی جو اس وقت میری

انگلی میں ہے اور جس پر میں نے کپڑا چڑھایا ہوا ہے ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ کو دی اور یہ کہا کہ میری وفات کے بعد جو بھی خلیفہ منتخب ہو یہ اس کی ہوگی اور اس کے بعد جو خلیفہ ہو اس کی ہوگی۔ جب تک یہ سلسلہ خلافت جماعت مومنین میں قائم رہے یہ انگوٹھی ایک خلافت سے دوسری خلافت کی طرف منتقل ہوگی۔ ایک بڑے بیٹے سے دوسرے بیٹے کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔ چنانچہ انتخاب خلافت کے بعد اس وصیت کے ساتھ ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ نے یہ انگوٹھی مجھے دی۔

ایک دفعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، آپ نے کسی کام کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کا نگ ڈھیلا تھا وہ گر گیا۔ آپ نے جب دیکھا کہ نگ جس کے اوپر اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کندہ ہے گم ہوگیا ہے تو کچھ دیر کے لئے آپ کو بڑی پریشانی اٹھانی پڑی۔ سب کام چھوڑ کر اور چھڑوا کر گھر کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈھونڈ مارا مگر انگوٹھی کا نگینہ نہ ملا۔ بڑی پریشانی ہوئی اور گھنٹے دو گھنٹے کے بعد کسی کام کے لئے پھر جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب میں نگ پڑا ہوا تھا جس کو گھر میں تلاش کر رہے تھے۔ اس لئے میں نے یہ سمجھا کہ میں یہ خطرہ کیوں مول لوں، عاجز انسان ہوں اس کے اوپر کپڑا چڑھوائے رکھتا ہوں تا کہ نگ اپنی جگہ پر قائم رہے اور اس کے گرنے کا خطرہ نہ رہے۔ اگرچہ وہ اس وقت ہل نہیں رہا لیکن میں یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔

میں یہ بتا رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک انگوٹھی پر ’’مولا بس‘‘ کندہ ہے۔ اس حقیقت کو جب ایک مسلمان پہچان لیتا ہے تو پھر اس کے لئے دنیا کے اموال میں، دنیا کی قوتوں اور استعدادوں میں، دنیا کی ذہانتوں اور فراستوں میں کوئی کشش نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتا ہے ’’مولا بس‘‘ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو شروع میں ایک لمبے عرصہ تک دکھ سہنے پڑے، ان کو دھوپ میں لٹایا گیا، ان پر پتھر رکھے گئے اور جس طرح بھی ممکن تھا ان کو تکالیف دی گئیں لیکن انہوں نے انتہائی ثبات قدم کا نمونہ دکھایا کیونکہ ان کو خدا کا یہ حکم تھا کہ جو خدا نے کہا ہے وہ تم نے کرنا ہے۔ پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کہا:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج:۴۰) کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر ظلم کی انتہا ہوگئی ہے اس لئے ان کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ ظلم کا مقابلہ

کریں۔تب انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ان کے پاس سیف ہندی یا زنگ آلود معمولی سی تلوار ہے (ہندوستان کی بنی ہوئی تلواریں بہت مشہور تھیں، بڑے اچھے لوہے اور بڑی تیز دھار والی تھیں) غرض دنیا کی بہترین تلوار کفر کے ہاتھ میں تھی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں زنگ آلود تلواریں تھیں جن پر دندانے پڑے ہوئے تھے اور کچھ تو مانگی ہوئی تھیں۔انہوں نے کہا۔مولا بس۔چنانچہ ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر ننگے پاؤں لڑنے کے لئے چلے گئے کیونکہ خدا نے کہا تھا لڑو۔مارنے اور ہلاک کرنے کے لئے نہیں بلکہ عرب میں امن اور آشتی پیدا کرنے کے لئے۔یہ دفاعی جنگ تھی ظلم کو مٹانے اور جنگوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اور پھر فتح مکہ کے موقع پر تھوڑے سے ہتھیار استعمال ہوئے مگر جنگوں کا خاتمہ ہو گیا۔چنانچہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہوئی کہ عمر بھر کے جو وَیری اور دشمن تھے ان کو لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا نعرہ لگا کر خدا تعالیٰ کی رحمت کی جنتوں کی طرف دھکیل دیا۔جو لوگ اسلام کے دشمن تھے،محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے اور مسلمانوں کے دشمن تھے ان کے کانوں میں جب اس نعرہ کی آواز آئی تو وہ جا کر اسلام لے آئے اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بن گئے۔

پس حقیقت یہی ہے کہ مولا بس۔اور آج کی دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ایک ایسی جماعت ہے جو یہ کہتی ہے کہ ہم بھی ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ہماری زندگی بھی اسی بنیاد پر استوار ہے کہ مولا بس۔ہماری روح کی بھی یہی آواز ہے۔خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ سے اتنا پیار کرتا ہے کہ سوائے اس گروہ کے انہوں نے بہت قربانیاں دیں۔ان کے ساتھ تو ہم مقابلہ نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے بڑا مقام حاصل کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اور آپ سے تربیت حاصل کر کے۔لیکن وعدہ دیا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی صحبت اور روحانی تربیت جو ہے وہ بہت بڑے پیمانے پر اور ایک شان کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تربیت اور آپ کے روحانی فیوض کے نتیجہ میں اس جماعت کو بھی ملے گی جو جماعت مہدیؑ پر ایمان لائے گی اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصّف:۱۰) میں جو وعدہ دیا گیا تھا پیار کے ساتھ اور اسلامی تعلیم کے حسن کے نتیجہ میں ساری دنیا کے دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رب کریم کے لئے جیتے جائیں گے۔چنانچہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ مولا بس کا نعرہ لگاتے

ہوئے، ہر چیز کو بھلاتے ہوئے، ہر ایک سے پیار کرتے ہوئے کسی سے دشمنی کئے بغیر، محبت اور پیار اور خدمت کے نتیجہ میں ساری دنیا کے دل اسلام کے لئے جیت رہی ہے۔ اس وقت یہ جماعت جس کے افراد بڑی کثرت سے اور بڑی مضبوطی کے ساتھ اپنے ایمانوں پر قائم ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے ہیں اور جس میں نئے داخل ہونے والے اور نئی پرورش پانے والی اگلی نسل کا ایک بڑا حصہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والا ہے۔

میں اس وقت کمزوریاں دور کرنے پر مضمون بیان نہیں کررہا بلکہ وہ چیز جو نمایاں ہو کر دنیا کے سامنے ہے اور جس وجہ سے ہے وہ آپ کے سامنے بیان کررہا ہوں۔ ہر سال اپنے مسائل لے کر آتا ہے۔ ہر سال کی اپنی Problems ہیں۔ ایک سال آیا اس کو ہم ۱۹۷۴ء کا سال کہتے ہیں اس کے اپنے حالات تھے۔ اب یہ ۷۷-۱۹۷۶ء کا سال ہے اس کے اپنے مسائل ہیں۔ یہ مہنگائی کا زمانہ ہے، یہ مہنگائی کا سال ہے لیکن ۱۹۷۴ء کے حالات کی اس جماعت نے کوئی پرواہ نہیں کی اور ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ دوستوں نے دعائیں کیں۔ اپنے وقت عزیز کو دنیا کے حصول پر خرچ کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر اپنی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے بھی دعائیں کیں اور ان لوگوں کے لئے بھی دعائیں جو خود کو جماعت احمدیہ کا دشمن سمجھتے تھے۔ کسی سے کوئی گلہ نہیں تھا۔ کسی سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ کسی سے کوئی غصہ نہیں تھا۔ کسی سے نفرت کا اظہار نہیں تھا۔ دوست دعاؤں میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ مخالفین سلسلہ کے لئے بھی خیر اور بھلائی کے سامان پیدا کرے اور خدا کے اس پیار کو جو ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ رہے ہیں، وہ بھی دیکھنے لگیں۔

غرض ان قربانیوں کا ایک حصہ یعنی مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کا ایک حصہ دنیوی دولت ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں احباب نے پہلے سے زیادہ اموال کی قربانی خدا کے حضور دے دی۔ ہر سال ہمارا قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ ہر سال یکم مئی ضرور آتی ہے یعنی جب نیا مالی سال چڑھتا ہے تو پہلا مالی سال ۳۰؍اپریل کو ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تو ہر سال ہوگا جب تک زمین اور سورج کا یہ چکر چل رہا ہے اور انسان اس کرہ ارض پر آباد ہے اس حساب سے ہر سال گزرے گا اور ایک نیا سال چڑھے گا۔ ہر سال ہمارے لئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نتیجہ میں ہم عاجز بندوں کی کسی خوبی کی

وجہ سے نہیں بلکہ محض الٰہی فضلوں کے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ ترقیات کا سال ہوتا ہے۔ پہلے سے زیادہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کا سال ہوتا ہے۔ پہلے سے زیادہ خدا کی راہ میں ایثار اور قربانی پیش کرنے کا سال ہوتا ہے۔ ہر نقطہ نگاہ سے جس میں ایک نقطہ نگاہ مالی قربانی ہے۔

اب پھر موجودہ مالی سال کا یہ آخری مہینہ ہے جب مالی سال ختم ہونے کو ہوتا ہے تو اس کے چند ہفتے پہلے میں ذَکِّرْ کے حکم کے ماتحت جماعت کو اس طرف توجہ دلایا کرتا ہوں کہ ایک مالی سال ختم ہو رہا ہے جو سال ختم ہو رہا ہے اس کی ذمہ داریاں اسی سال میں نباہ دو۔ اس کے قرضے اگلے سال تک لے کر نہ جاؤ ورنہ قرضے بڑھتے جائیں گے اور ان کی ادائیگی میں تکلیف ہوگی۔ اس طرح بعض دفعہ انسان خدا تعالیٰ سے دور چلا جاتا ہے اور پھر پیار اور بشاشت سے قربانی نہیں کرسکتا۔

میں امید رکھتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ جماعت جو ہر آن خدا کے پیار کو حاصل کرنے والی ہے وہ اپنی اس سال کی مالی قربانیوں کی ذمہ داریوں کو نباہے گی۔ اس کا قدم آگے ہی آگے جائے گا۔ ان کا قدم نہ ایک جگہ کھڑا ہوگا اور نہ پیچھے ہٹے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں اور اسی کے احسان اور رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ امیدیں ہم اپنے نفس سے بھی باندھتے ہیں ورنہ تو یہ نفس بڑا کمزور ہے اور جماعت سے بھی باندھتے ہیں۔ اگرچہ جماعت احمدیہ دنیوی نقطہ نگاہ سے اور مالی اعتبار سے کمزور ہے اور ہر لحاظ سے دھتکاری ہوئی ہے لیکن اس کا تعلق اس ہستی سے ہے جس کا حکم ہر دو جہان پر چلتا ہے۔ وہ ہم سے اپنے پیار کا سلوک کر رہا ہے اور ہمیں تو تھکن بھی محسوس نہیں ہوتی۔ ایسا لگتا ہے کہ جس طرح ایک چھوٹا بچہ جس کو ابھی چلنا نہ آتا ہو اس کو اس کا پیار کرنے والا باپ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے اسی طرح باپ سے زیادہ پیار کرنے والا ہمارا رب کریم ہماری انگلی پکڑتا ہے اور اپنی رحمت اور فضل سے ہمارا قدم آگے بڑھا دیتا ہے۔ خدا کرے ہماری ہر آنے والی نسل خدا تعالیٰ کے اس پیار کو پانے والی اور خدا تعالیٰ کے اس نشان کو دنیا کے سامنے ظاہر کرنے والی ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷؍جولائی ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ تا ۵)